ہی ایک نسل کا خاتمہ ہو گیا اور اس سے مدرسہ کو جو نقصان پہنچا ہے اُس کی تلافی ناممکن ہے۔

عمر اگرچہ نوّے کے پیٹے میں تھی لیکن قویٰ اب بھی اچھے تھے۔ درس بھی دیتے تھے اور ناظم تعلیمات کی حیثیت سے انتظامی امور بھی سرانجام دیتے تھے۔ شوریٰ کے جلسوں میں گھنٹوں بیٹھے رہتے اور اس کا کاروائی میں شروع سے آخر تک پوری حاضر حواسی کے ساتھ شریک رہتے تھے۔ اور دوسرے معمولات بھی جاری تھے ۲۶ نومبر سے شوریٰ کا جلسہ شروع ہو رہا تھا اُس میں شرکت کی غرض سے ہم ۲۵ کو ہی دیوبند پہنچ گئے تھے اور وہاں ظہر کی نماز کے بعد ایک کمیٹی کی میٹنگ میں بیٹھے تھے کہ اچانک حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کی وفات کا ٹیلیگرام بمبئی سے وصول ہوا۔ حضرت الاستاذ کو مکان پر جب یہ اطلاع پہنچی تو حضرت شاہ صاحب کے ساتھ غایت درجہ کے روحانی اور باطنی تعلق کے باعث آپ پر اس کا بہت غیر معمولی اثر ہوا اور صاحب فراش ہو گئے۔ چنانچہ شوریٰ کا جلسہ تین دن تک رہا مگر آپ کسی ایک نشست میں بھی شریک نہ ہو سکے۔ بظاہر اسباب شاہ صاحب کا حادثۂ وفات ہی حضرت الاستاذ کی صحت کے اچانک سقوط، حملۂ فالج اور پھر موت کا سبب ہوا ہے۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ وجعل الجنۃ مثواہ۔

پروفیسر عبدالعلیم کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا وائس چانسلر مقرر کر کے حکومت نے ایک صحیح اور مناسب و موزوں اقدام کیا ہے۔ دراصل ہونا یہی چاہیے کہ تعلیمی اداروں کو ہر قسم کے سیاسی اثرات سے الگ رکھا جائے ان کی خود مختاری (Autonomy) کا بجے دل سے احترام کیا جائے اور بجائے اس کے کہ سرکاری غیر تعلیمی یا کچھ قسم کے لوگوں کو ٹھونسا جائے تعلیم گاہ ہی کے سینیر پروفیسروں میں سے کسی ایسے کو وائس چانسلر بنایا جائے جو اپنے مضمون کا اسکالر ہونے کے ساتھ ایڈمنسٹریشن کی اعلیٰ صلاحیت بھی رکھتا ہو اور جس کو اساتذہ اور طلباء کا اعتماد بھی حاصل ہو چنانچہ دوسرا بھارتی، دلّی یونیورسٹی اور بعض اور یونیورسٹیوں میں ایسا ہی ہے، خدا کرے پروفیسر عبدالعلیم کا عہد یونیورسٹی کے لئے اس کی اپنی تمناؤں کی تکمیل اور خوش حالی کا عہد ہو۔

تاریخ کا اگر فائدہ یہ ہے کہ اُس کے آئینہ ماضی میں ملکوں اور قوموں کے مستقبل کا چہرہ دیکھا جا سکتا ہے تو ملک میں ہندی کے عنوان سے شمال اور جنوب میں جو کچھ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے (اور آئندہ اس سے بھی زیادہ ہونے کا اندیشہ ہے) اسے دیکھ کر تاریخ اور سیاست کا ایک طالب علم بھی آسانی سے بتا سکتا ہے کہ اس ملک کا مستقبل کیا ہے؟ عجیب بات یہ ہے کہ اس مستقبل کی جھلکیاں دور سے نظر ہر ایک کو آ رہی ہیں اور وہ چیخ رہا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے؟ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا حالانکہ اس قسم کے شور و شر اور فتنہ و فساد کا انسداد دو ہی چیزوں سے ہو سکتا ہے۔ ایک ایماندارانہ صحیح قیادت صالحہ اور دوسری طاقت و قوت اور یہاں ان دونوں کا فقدان ... کے ... اعتدال ... عدم ... کہ جن اعلیٰ اوصاف و کمالات کی ضرورت ہے وہ ان سے ...

ندائے غیب، کوئی سمجھے تو اس کو سمجھاؤں!
دل کے خاموش ساز پر گاؤں!
نالۂ درد و شکوۂ بیداد
ان کو لے کر کہو کدھر جاؤں؟
درد دل میں مجھے بلاتا ہے!
کہیں اس کی کسک ذرا پاؤں؟
مجھ سے برگشتہ، خود سے برگشتہ!
آئینہ ان کو کیسے دکھلاؤں؟
میرے آدم کا نقشۂ تعمیر
ہو گئے رہی ہے جس کی خوش تفسیر
کس کے ہاتھوں میں اسکا پرچم دوں!
کس کو رازِ ثباتِ آدم دوں!
ہے یہ مشکل، کہ ہے بہت آساں!
مہر و الفت ہے قسمت انساں،
اسے تعبیرِ کائنات کہوں یا اسے نغمۂ حیات کہوں

نویں قسط

عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان

جناب خورشید احمد فارق صاحب صدر شعبۂ عربی وفارسی دہلی یونیورسٹی دہلی

(سلسلے کے لیے ملاحظہ ہو برہان بابت ماہ نومبر ۱۹۶۶ء)

ہندوستانی ریاستیں اور شہر

کشمیر

(دسویں صدی کا ربع اول)

ابودلف

جاملی[1] سے چل کر میں کشمیر آیا جو بڑا اور شاندار شہر ہے، ایک فصیل میں واقع ہے جس کے گرد خندق ہے، فصیل اور خندق دونوں خوب مستحکم ہیں، کشمیر شہر چین کی راجدھانی سندابل سے رقبہ میں زیادہ ہے، یہاں کا راجہ تلابا (کلہ)، کے راجہ سے زیادہ بڑا ہے اور (چینی حکومت کا) زیادہ مطیع وفرماں بردار۔ یہاں کے باشندے مہینے کے ابتدائی دنوں میں نیز چاند اور سورج کے

۱۔ معجم البلدان یاقوت ۴۱۶/۲۔ ۲۔ شاید فاٹا PATALA کی تحریف ہے یہ شہر دریائے سندھ کے دہانے [illegible] ایک بندرگاہ تھا [illegible] ذکر [illegible] [illegible] معجم البلدان [illegible] [illegible]

کے علاوہ یوسف حسین خاں صاحب نے اپنے بڑے بھائی کو۔ رشید احمد صاحب صدیقی نے اپنے مرشدہ کو اور محمد مجیب صاحب نے اپنے دیرینہ رفیق کار اور ساتھی کو الگ الگ مقالات کی صورت میں خراج عقیدت و ارادت پیش کیا ہے۔ بہرحال بحیثیت مجموعی علمی، ادبی اور تحقیقی اعتبار سے یہ کتاب بڑے اہم اور قابل قدر مضامین و مقالات پر مشتمل ہے۔ ہر صاحبِ ذوق کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

نذر ڈاکٹر ذاکر حسین تقطیع متوسط ضخامت ۱۱۵ صفحات کاغذ اور ٹائپ اعلیٰ مذکورہ بالا پتہ سے ملے گی۔ قیمت مذکور نہیں ہے۔

یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو انگریزی مضامین و مقالات کے لئے مخصوص ہے اس میں اکتیس ۳۱ چھوٹے بڑے مضامین شامل ہیں۔ موضوع کوئی خاص نہیں ہے۔

یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو انگریزی مضامین و مقالات کے لئے مخصوص ہے اس میں اکتیس ۳۱ چھوٹے بڑے مضامین شامل ہیں۔ موضوع کوئی خاص نہیں ہے۔ شعر و ادب۔ سیاست و مذہب تاریخ و فلسفہ۔ قانون و فنون لطیفہ۔ معاشیات و نفسیات ان میں سے ہر ایک پر مضمون ہیں پھر لکھنے والوں میں ہند کے مشاہیر اہل علم کے ساتھ بیرونِ ہند کے نامور علما اور محققین بھی ہیں مضامین مجموعی طور پر سب ہی بلند پایہ اور لائق مطالعہ ہیں۔ ڈاکٹر عابد حسین کا مقالہ "ہندوستانی روح کا بحران" انگریزی اور اردو دونوں میں ہے اس لطفِ خاص کی مصلحت سمجھ میں نہیں آئی۔ بہرحال حسب ذیل مضامین خاص طور پر توجہ کے مستحق ہیں۔ ابتدائی خلفائے بنی عباس کے شاہی القاب۔ برنارڈ لوئیس ہندوستان کے متعلق یونانی اور لاطینی ذخیرۂ معلومات۔ لوڈورڈشر۔ دلدار بیگم آغاچہ کا حسب نسب اور ابتدائی حالات۔ زیڈ اے۔ ڈیسائی۔ ابوالفضل بحیثیت مورخ کے۔ خلیق احمد نظامی۔ خلیج فارس میں سلطان (ٹیپو) کی تجارتی سرگرمیاں۔ محب الحسن۔ عرب اور کیپ آف گڈ ہوپ کا چکر مقبول احمد۔ عہد جدید میں اسلامی قدریں۔ مونٹگمری واٹ۔ اعجاز خسروی۔ سید حسن عسکری۔ خط و کتابت کے ذریعہ اجازت روایت اے۔ جے۔ آربیری۔ عبرانی اور عربی میں جمع مکسر اور جمع سالم کی صورتیں جی آر۔ ڈرائیور تقویم سن ہجری و عیسوی کا تضاد۔ اسحٰق النبی علوی۔ ابن ابی عون۔ عبدالمعید خان۔

اوج پر پہونچنے کے وقت مختلف تہوار مناتے ہیں، چینی لوہے کی ایک عمارت میں جس پر موسم کا [illegible]
ہوتا کشمیریوں کی ایک رصدگاہ ہے، وہ ثریا کی تعظیم کرتے ہیں، ان کی غذا آٹا گیہوں، [illegible]
کھاتے ہیں لیکن انڈا نہیں کھاتے، نہ جانور ذبح کرتے ہیں۔

مسعودیؒ (دسویں صدی کا ربع ثانی):۔

کشمیر کے بادشاہ کا لقب رائے (رائی) ہے، اسی لقب سے کشمیر کے سارے راجہ یاد کئے جاتے ہیں، کشمیر سندھ کی پہاڑی سلطنتوں میں سے ایک بڑی اور محفوظ و مستحکم سلطنت ہے جس کے شہروں اور جاگیروں کی تعداد ساٹھ سے ستر ہزار تک پہنچتی ہے۔ راجہ کی قلمرو میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ ہے جس پر دروازہ لگا ہوا ہے، اس کی سلطنت اونچے اونچے، ناقابل گذر پہاڑوں میں واقع ہے جن کو چڑھ کر پار کرنے سے انسان اور حیوان دونوں قاصر ہیں، پرندوں ہی کی ان پہاڑوں تک رسائی ہوتی ہے، جہاں پہاڑ نہیں وہاں دشوار گذار گھاٹیاں، جنگل اور جھاڑیاں ہیں اور ایسے تیز و تند دریا جو پار نہیں کئے جا سکتے، اس ملک کے قدرتی استحکام اور ناقابل گذر ہونے کے بارے میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ خراسان اور دوسرے ملکوں میں بھی مشہور ہے، اس معاملہ میں کشمیر دنیا کے عجائبات میں سے ہے

مطہر بن طاہر مقدسی (دسویں صدی کا ربع ثالث):۔

ہندوستان کے کچھ علاقے ٹھنڈے ہیں اور کچھ گرم، ٹھنڈے علاقوں میں سب سے پہلا کشمیر ہے جو پینتالیس صدر مقاموں پر مشتمل ہے، ہر صدر مقام کا ایک مقررہ دائرۂ اختیار ہے اور اس کے ماتحت متعدد شہر ہیں اور ہر شہر کی عملداری میں دیہات اور مزروعہ علاقے پائے جاتے ہیں، اس کے علاوہ کشمیر میں بہت سے پہاڑ، گھاٹیاں اور جنگل بھی ہیں، کشمیر کی زمین، پہاڑ اور پانی کے کل مالکانہ حقوق وہاں کے راجہ کو حاصل ہیں، رعایا کی حیثیت ان کے مزدوروں اور کاشتکاروں کی سی ہے [illegible] شراب کی دکانوں پر ساٹھ ہزار کشمیری لڑکیاں ساقی کا رول انجام دیتی ہیں۔ باشندے بے رنگ ہیں اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جا جملی کو قانلو کی تحریف قرار دیتا ہے یہ از قیاس نہیں معلوم ہوتا [illegible]
حاشیہ صفحہ ہذا۔ سلہ مروج الذہب مصر ۱۳۴۶ھ ۱/۱۲۲ سلہ البدء والتاریخ [illegible]

ضخامت ۵۴۰ صفحات کتابت وطباعت بہتر۔ قیمت مجلد -/۲۰ روپے۔ پتہ ساہتیہ اکاڈمی نئی دہلی

حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو برس پہلے قدیم یونان کی شہری مملکتوں، ایتھنز اور اسپارٹا میں نہایت بھیانک اور خونریز لڑائیوں کا سلسلہ برسوں تک قائم رہا تھا۔ ان کی روداد یونان کے مشہور مورخ طوسی دیدس نے جو خود بھی ایتھنز کی فوج کا سپہ سالار تھا اس خوبی اور عمدگی سے قلمبند کی تھی کہ اسکی کتاب آج تک مغربی ادبیات میں ایک مشاہدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور طوسی دیدس کو زمانہ کے بعد کے مورخوں کا پیشوا سمجھا جاتا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے جنگوں کا صرف آنکھوں کا دیکھا حال ہی نہیں لکھا اور واقعات کو انتہائی غیر جانب داری کے ساتھ ہی بیان نہیں کیا ہے بلکہ ان سب واقعات سے نہایت بصیرت افروز نتائج بھی مستنبط کرتا چلا گیا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں اس نے جابجا ایسے حقائق پیش کئے ہیں۔ جو دنیا میں کسی بھی جمہوری نظام کے لئے اصول موضوعہ کا حکم رکھتے ہیں۔ اس حیثیت سے یہ کتاب صرف ایک "جنگ نامہ" نہیں بلکہ یونان کے دارالسلطنت ایتھنز کی جمہوریت اور تہذیب و تمدن کی تاریخ ہے۔ زیر تبصرہ کتاب اس کا اردو قالب ہے۔ ترجمہ شستہ اور سلیس ہے لیکن شروع میں ایک مقدمہ اور آخر میں حواشی اور انگریزی الفاظ کے ساتھ فہرست اعلام واماکنہ ہوتی تو کتاب زیادہ مفید ہوسکتی تھی۔

LOVE & TRUTH

پپیتے وادرک کا چورن رجسٹرڈ

حبس ریاح۔ گیس اور ہاضمہ کے لیے مفید ہے۔ جگر و معدہ کا فعل درست کر کے آنتوں کو طاقتور بنانے والا خوش ذائقہ چورن۔ قیمت فی شیشی اکیرو ۲۵ پیسے۔ علاوہ محصولڈاک۔

تیار کردہ: خواجہ پروڈکٹس رجسٹرڈ۔ رامپور۔ یوپی

دہلی میں ملنے کا پتہ: ماڈرن جام ہاؤس — جامع مسجد۔ دہلی ۶

لمبے لمبے بال رکھتے ہیں، ان کا رنگ سرد ہوا کے باعث بالعموم گورا ہوتا ہے، نجوم، طب، جادو اور شعبدہ بازی سے خاص دلچسپی لی جاتی ہے۔

کشمیر کے مشرق میں ختن، تبت اور چین کے ملک ہیں، جنوب میں سلطنت کو، شمال میں بلور اور وخان، مغرب میں کابل اور غزنہ، ملک میں کنوئیں، دریا اور قدرتی چشمے ہیں جن سے نہریں اور بچے نکالے گئے ہیں، بھانت بھانت کے چوپائے اور بہت سے مختلف اقسام کے کھانے علاوہ ازیں پھل بھی پائے جاتے ہیں۔

بیرونی (گیارھویں صدی کا ربع ثانی): -

کشمیر ایک بڑی سرزمین ہے جس کو ہر طرف سے اونچے اونچے اور ناقابل عبور پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں، اس کا مشرقی اور جنوبی حصہ ہندوؤں کے زیر نگیں ہے اور غربی حصہ پر سرحد بدخشان تک متعدد بادشاہ حکومت کرتے ہیں جن میں سب سے قریب بلور شاہ ہے، پھر شگنان شاہ اور وخان شاہ۔ کشمیر کا شمالی اور کچھ مشرقی حصہ ختن اور تبت کے ترک سلاطین کے قبضہ میں ہے۔ درۂ بھوتیشر سے براہ تبت کشمیر تک لگ بھگ نو سو میل (تین سو فرسخ) کا فاصلہ ہے۔

کشمیر کے لوگ پیدل چلتے ہیں کیونکہ ان کے پاس نہ تو ہاتھی ہیں، نہ سواری کے جانور، معزز کشمیری کٹوت پر سوار ہوتے ہیں جو ایک قسم کا تخت ہوتا ہے اور جس کو نوکر چاکر کندھوں پر اٹھا کر چلتے ہیں، کشمیر کے حاکم اپنے علاقوں کو محفوظ رکھنے اور اس میں داخل ہونے والے راستوں اور دروں کو بند رکھنے کی طرف خاص دھیان دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان سے ملنا جلنا دشوار ہو گیا ہے، گزشتہ زمانہ میں اکا دکا پردیسی اور بالخصوص یہودی مذہب کے لوگ کشمیر پہنچ جایا کرتے تھے لیکن اب وہاں کی حکومت کسی ان جانے ہندوستانی تک کو داخل نہیں ہونے دیتی، جب ہندوستانیوں کا یہ حال ہو تو دوسروں کا کیا کہنا۔

---

۱ [illegible]۔ ۲ کتاب الہند ص ۱۰۱ ۳ بلور، شگنان اور وخان پہاڑی علاقوں کے ترکی نام ہیں ۴ جو یہاں کے مقامات میں تبت کی جنوبی سرحد پر ایک مشہور وادی۔ اس کے بارے میں بیرونی لکھتا ہے و بھوتیشر اول حد التبت و فیہ تتغیر اللغۃ والزی والصورۃ۔ کتاب الہند ص ۹۵۔

سامہ بن لوی (قریش) کی نسل سے ہے' اس خاندان کا نام بنو منبّہ ہے اور اسی کی ہندوستان پر حکومت ہے۔ اسی خاندان کے حاکم عباسی خلیفہ کے نام پر خطبہ پڑھتے ہیں۔ ملتان کی قلمرو منصورہ سندھ کی قلمرو سے ملحق ہے۔ ملتان میں ایک مورتی ہے جس کی آمدنی بہت ہے۔ ملتان کے قریش حکمرانوں کی حکومت اور دولت کا دارومدار اسی مورتی کی آمدنی پر ہے۔ میرے ثقہ رپورٹر کا بیان ہے جو اس علاقہ کا دورہ کر چکا تھا اور وہاں کافی عرصہ مقیم بھی رہا تھا کہ مورتی کی آمدنی حد شمار سے باہر ہے۔ کبھی ہندوستان کے راجہ بنو منبّہ کو زک دینے کے لیے ملتان پر فوجیں لے کر چڑھ آتے ہیں اور بنو منبّہ سے لڑائی ہوتی ہے تو وہ اپنی غیر معمولی دولت مندی اور طاقت کے بل پر بیرونی حملہ آوروں کو شکست دے دیتے ہیں۔

مسعودی[2] (دسویں صدی کا ربع ثانی)۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ملتان کا حاکم سامہ بن لوی (قریش) کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے' وہ طاقتور بادشاہ ہے اور اس کے متعدد لشکر ہیں۔ ملتان ایک بڑی اسلامی سرحد ہے اور اس کی عملداری میں شمار کردہ دیہاتوں اور جاگیروں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، ملتان میں اسی نام کا ایک مشہور بت ہے' اس کی زیارت کو ہندوستان اور سندھ کے دور افتادہ گوشوں سے لوگ نذرانے' روپیہ پیسہ' جواہرات' صندل اور مختلف قسم کے عطر اور سلگنے والی خوشبودار اشیاء لے کر آتے ہیں اور ہزاروں آدمی اس کی یاترا کرتے ہیں۔ حاکم ملتان کی بیشتر آمدنی اس خالص قماری[3] صندل سے ہوتی ہے جو مورتی کے لیے نذرانے میں دیا جاتا ہے' اس صندل کا ایک آونس پانچ سو روپئے (سو دینار) میں آتا ہے اور اس پر جب مہر لگائی جاتی ہے تو وہ موم کی طرح نشان قبول کر لیتا ہے۔ قماری صندل کے علاوہ حاکم ملتان کی آمدنی کا ذریعہ وہ بہت سا دوسرا عجیب و غریب سامان ہے جو مورتی پر چڑھانے کے لیے لایا جاتا

---

[1] یہاں لفظ ہند بظاہر لفظ سندھ کی تحریف معلوم ہوتی ہے کیونکہ بنو منبّہ صرف سندھ کے حکمران تھے
[2] مروج الذہب حاشیہ کامل ۱/۲۴۳-۲۴۴۔ [3] قماری منسوب بہ قمار (کمبوڈیا)

جب پڑوس کے ہندو راجا ملتان پر یورش کرتے ہیں اور مسلمان ان کے مقابلہ میں کمزور ہو جاتے ہیں تو حاکم ملتان حملہ آور راجاؤں کو بت توڑنے اور اس کی آنکھیں پھوڑنے کی دھمکی دیتا ہے جس کے زیر اثر وہ واپس چلے جاتے ہیں۔

میں سنہ ۳۰۰ھ کے کچھ بعد ملتان کے علاقہ میں آیا، اس وقت ملتان میں ابو الدلہاث[۱] منبہ بن اسد قرشی کی حکومت تھی۔ اسی زمانہ میں میں نے منصورہ کا سفر کیا، وہاں ابو المنذر عمر بن عبداللہ (بن عمر بن عبد العزیز[۲] ہباری بن اسود) حکمران تھا، منصورہ میں میں نے سلطان منصورہ کے وزیر زیاد اور اس کے دو لڑکوں محمد اور علی نیز حمزہ نامی معزز اور بڑے با اقتدار عرب کو بھی دیکھا، یہاں علی حیدر

---

۱ دِلہاث بکسر الدال شیر کو کہتے ہیں۔ ۲ خلیفہ متوکل باللہ عباسی یعنی نویں صدی کے ربع ثالث تک سندھ میں کوئی منظم اور مستحکم حکومت نہیں تھی، عرب قسمت آزما وقتاً فوقتاً عراق و خراسان سے ناکام ہو کر یہاں آتے تھے اور مقامی عربوں کی مدد سے حکومت پر قابض ہو کر پڑوس کے ہندو راجاؤں پر ترکتازیاں کرتے اور کچھ عرصہ بعد اپنے عرب حریفوں کے ہاتھوں یا تو مارے جاتے یا کسی دوسری جگہ بھاگ جاتے تھے، خلیفہ منصور کے بعد یعنی سنہ ۱۵۸ھ سے یہاں کی سیاست پر وہ قبائلی عصبیت غالب آگئی جو اسپین، خراسان اور خلافت کے دوسرے دور افتادہ صوبوں میں جان کر اٹھی تھی یعنی سندھ شمالی (عدنانی) اور جنوبی (قحطانی) عربوں کی ہوس ملک گیری اور اقتدار پسندی کا اکھاڑہ بن گیا، ان میں سے جس گروہ کی بن آتی وہ اور اس کے لیڈر یہاں کے حاکم ہو جاتے لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں جب دوسرا گروہ سازش اور ریشہ دوانیوں کے ذریعہ قوت بڑھا لیتا تو برسر اقتدار گروہ کو نیچا دکھا کر حکومت اور اس کے منافع پر خود قابض ہو جاتا، قبائلی نزاع کے اسی ماحول میں ایک شخص عمر بن عبد العزیز ہباری پیدا ہوا جو رسول اللہ ﷺ کے قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا تھا، اس نے حکمت عملی اور رواداری کی پالیسی پر عمل کر کے سندھ پر قبضہ جما لیا اور سنہ ۲۴۰ھ میں خلیفہ عباسی متوکل کو لکھا کہ میرے سوا اس ملک میں نہ تو کسی کی حکومت چل سکتی ہے اور نہ کوئی یہاں ضبط و نظم قائم رکھنے پر قادر ہو سکتا ہے لہٰذا مجھے سندھ کا والی تسلیم کیجئے، میں آپ کا خلیفہ رہوں گا اور خطبہ بھی آپ کے نام پر پڑھوں گا، متوکل نے سندھ کی بدنظمی اور وہاں کے حاکموں کی متزلزل وفاداری کے پیش نظر عمر بن عبد العزیز کو سندھ کا والی تسلیم کر لیا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے خاندان کے بہت سے لوگ آباد ہیں۔ عمر بن علی اور محمد بن علی کا بھی کافی کنبہ یہاں موجود ہے۔

اصطخری [1] (دسویں صدی کا ربع ثالث):۔

ملتان رقبہ میں منصورہ سے تقریباً آدھا ہے' اس کو فرج بیت الذہب (سونے والے کمرہ کی دہلیز) بھی کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں کئی مضبوط و مستحکم قلعے ہیں، خوشحال شہر ہے۔ لیکن منصورہ اس سے زیادہ آباد اور وسائل سے بھرپور ہے۔ ملتان کو فرج بیت الذہب اس لیے کہتے ہیں کہ اوائل اسلام میں جب وہ فتح ہوا تو مسلمان حملہ آوروں کے پاس پیسہ اور خوراک کا توڑا پڑ گیا لیکن جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو ان کو وہاں بڑی مقدار میں سونا ملا جس سے وہ خوشحال ہو گئے۔ ملتان سے کوئی ڈیڑھ میل باہر (مشرق میں) بہت سی عمارتیں ہیں جن کو جندور (جندراور) کہتے ہیں۔ یہاں حاکم ملتان کی چھاؤنی اور قیامگاہ ہے' وہ صرف جمعہ کے دن ہاتھی پر سوار ہو کر نماز کے لئے ملتان آتا ہے' اس کا تعلق سامہ بن لوی [2] کے ایک قریشی خاندان سے ہے' وہ خلیفہ بغداد کی وفاداری ترک کر کے خود مختار ہو گیا ہے۔ لیکن خطبہ خلیفہ ہی کے نام پر پڑھتا ہے۔ وہ سلطان منصورہ کا بھی ماتحت نہیں ہے۔

مقدسی [3] (دسویں صدی کا ربع آخر):۔

ملتان

رقبہ میں منصورہ سندھ کے برابر ہے لیکن ملتان کی آبادی منصورہ سے کم ہے' پھل زیادہ نہیں لیکن چیزیں سستی ہیں' تیس من (قریباً پچیس سیر) روٹی آٹھ آنے (ایک درہم) میں مل جاتی ہے' منقیٰ فانیذ' آٹھ آنے کی تین من (قریب ڈھائی سیر) ملتان خوشنما شہر ہے' مکانات سیراف [4] کی طرز کے ہیں ساگون لکڑی کے اور کئی کئی منزلے' یہاں جسم فروشی نہیں ہوتی' نہ شراب پی جاتی ہے' جو ایسا کرتا پکڑا جائے

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) متوکل کی وفات یعنی ۲۴۷ھ/۸۶۱ء میں عمر خود مختار ہو گیا۔ اور اس کا خاندان کوئی ڈیڑھ سو برس تک سندھ میں حکمران رہا حتی کہ ۴۱۶ھ/۱۰۲۵ء میں محمود غزنوی نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] یعنی ابن الحنفیہ [2] مسالک الممالک ص ۱۰۳۔

[3] احسن التقاسیم ص ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ [4] خلیج فارس میں جنوبی فارس کا مشہور تجارتی بندرگاہ

اس کو قتل کر دیا جاتا ہے یا ٹنڈ لگائی جاتی ہے، دکاندار نہ تو جھوٹ بولتے ہیں، نہ ڈنڈی مارتے ہیں، نہ کم ناپتے ہیں، ضرورت اور آرام کی چیزیں فراواں ہیں، تجارت فروغ پر ہے، خوش حالی کے آثار نمایاں ہیں، پانی سے بھرپور ایک نہر کا پانی استعمال ہوتا ہے، حکمران انصاف پسند ہیں، بازاروں میں بنی سنوری عورتیں نظر نہیں آتیں، نہ کوئی مرد کسی عورت سے برملا باتیں کرتا دیکھا جاتا ہے۔ پانی شیریں ہے اور زندگی پر لطف، باشندے جو بیشتر عرب ہیں پردیسیوں کی آؤ بھگت کرتے ہیں، خوش لباس شائستہ باسلیقہ اور بامروت ہیں۔ یہاں کی فارسی اتنی صاف ہے کہ سمجھ میں آتی ہے، لنگڑے لولے اور کوڑھی بھی نہیں۔ البتہ شہر گندا ہے جگہ جگہ پانی کی نکاسی نہ ہونے کے باعث دلدل رہتی ہے، مکانات تنگ ہیں، ہوا گرم و خشک، باشندوں کا رنگ سانولا اور کالا ہے۔

ادریسی[۲] (بارھویں صدی کا ربع ثالث):-

ملتان ایک بڑا اور آباد شہر ہے، اس کے گرد ایک مضبوط فصیل ہے جس میں چار دروازے ہیں اور فصیل کے چاروں طرف خندق ہے، اسباب آرام و آسائش فراواں ہیں، اشیاء سستی اور باشندے مالدار ہیں۔

ملتان کو فرج بیت الذہب کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ محمد[۳] بن یوسف برادر حجاج بن یوسف کو فتح کرنے کے بعد ملتان میں چالیس بُہار[۴] سونا ملا تھا، ایک بُہار تین سو تینتیس من دو ثُلث کے برابر ہوتا ہے، یہ سارا سونا ایک کمرے میں سے برآمد ہوا تھا اس مناسبت سے ملتان کا نام فرج بیت الذہب پڑ گیا

---

۱ سنگسار بصورت زنا، اسّی کوڑے بصورت شراب نوشی۔ ۲ نزہۃ المشتاق قلمی ۱/۱۱۵-۱۱۶۔

۳ فاتح سندھ کا نام محمد بن یوسف نہیں بلکہ محمد بن قاسم تھا اور یہ حجاج کا داماد اور چچا زاد بھائی تھا۔

۴ المعجم البارع سنسکرت لفظ بھار کی تعریب ہے، بھار بوجھ کو کہتے ہیں، بھاڑا آج بھی استعمال ہوتا ہے بیرونی نے لکھا ہے کہ بُہار کا اطلاق ایک بیل کے بوجھ پر ہوتا تھا۔ کتاب الہند ص ۸۰، عربوں نے بُہار کے مختلف وزن بتائے ہیں۔ تین سو، تین سو تینتیس، چار سو، چھ سو، ایک ہزار رطل ، ان میں تین سو تینتیس والے قول ہندوستانی سیاق و سباق میں زیادہ مستند معلوم ہوتے ہیں، ایک کی رطل تقریباً دو پاؤ کا تھا

ملتان میں ایک چھوٹے دریا کا پانی آتا ہے جس پر پن چکیاں لگی ہوئی ہیں اور جس کے آس پاس بہت سے کھیت ہیں، یہ دریا مہران (سندھ) سے مل جاتا ہے۔ ملتان سے جندور ڈیڑھ میل دور ہے، یہاں مضبوط اور اونچے اونچے محل بنے ہوئے ہیں، جن کے بیچ سے ہو کر پانی کے بہت سے بہاؤ بہتے ہیں۔

علاقہ کا حاکم موسم بہار اور خوشی کے موقعوں پر ملتان آ کر رہتا ہے، ابن حوقل (حوقلی) کا بیان ہے کہ اس کے زمانے میں علاقہ کا حاکم جندور کے محلوں سے ہاتھی پر سوار ہو کر ہر جمعہ کے دن ملتان آیا کرتا تھا اور یہ رسم اس کے آباؤ اجداد کے زمانہ سے چلی آ رہی تھی۔

ملتان کے اکثر باشندے مسلمان ہیں، یہاں اسلام کا غلبہ ہے اور حاکم بھی مسلمان ہے۔

مقدسی[1] (دسویں صدی کا ربع آخر):-

سندھ

مملکت سندھ کو ہم نے پانچ صوبوں میں تقسیم کیا ہے اور اس کے ساتھ مکران کا اضافہ کر دیا ہے کیونکہ مکران سندھ سے متصل ہے اور اس کی سرحد سندھ سے ملتی ہے، پہلا صوبہ کرمان کی طرف سے مکران ہے، اس کے بعد طوران (قلات بلیچستان اور ضلع کوئٹہ) پھر سندھ، اس کے بعد ویہند (شمال مغربی پنجاب یا گندھارا) پھر قنوج اور آخر میں ملتان[2]

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) ساڑھے تیرہ چھٹانک کے بقدر تھا اور اس حساب سے ۳۳ سو ہل کا وزن لگ بھگ آٹھ من ہوا اور چالیس گھہارتین سو بیس من۔

[1] احسن التقاسیم ص ۴۷۷۔ [2] اسلامی قبضہ سے پہلے سندھ کا اطلاق ایک لمبی چوڑی سرزمین پر ہوتا تھا جس میں موجودہ سندھ کے علاوہ طوران نیز مکران کے صوبے شامل تھے، وجہ یہ تھی کہ اس سارے علاقہ پر سندھ کے راجہ چچ کی حکومت تھی، پہلی صدی ہجری کے ربع آخر میں اسلامی قبضہ کے بعد بھی سندھ کا اطلاق ان تینوں صوبوں (سندھ طوران اور مکران) پر ہوتا رہا، اسی لیے عرب جغرافیہ نویس سندھ میں طوران اور مکران کو شامل کرتے ہیں مقدسی نے اسی سنت پر عمل کیا ہے، اس کے علاوہ اس نے سندھ کے دائرہ میں ویہند اور دریاستیں، قنوج اور ویہند (گندھارا) بھی داخل کر لی ہیں حالانکہ یہ کلیتہً خود مختار تھیں اور ان پر دو ہندو راجے (بقیہ صفحہ پر)

مملکت سندھ تجارت کا اہم مرکز ہے، یہاں سونا، جڑی بوٹیاں، دوائیں، عصفری (رنگ) نیز اور چاول بہت ہوتا ہے، عجائبات بھی کثرت سے ہیں، چیزیں سستی ہیں اور فراوان کھجور اور میوے خوب ہوتا ہے، عدل و انصاف نیز سیاسی خوش تدبیری پائی جاتی ہے، یہاں کچھ مخصوص اشیا کی پیداوار ہوتی ہے، بازاروں میں طرح طرح کا سامان بکتا ہے، تاجر خوب نفع کماتے ہیں، سندھ کا پایۂ تخت (منصورہ) اہم اور بلند پایہ شہر ہے، اس کے علاوہ اور بھی عمدہ شہر اور اچھے عمدہ مقام ہیں، لوگ دیانتدار ہیں، امن اور عافیت سے بہرہ ور، یہ مملکت جنوب میں سمندر سے متصل ہے، ایک دریا (مہران) اس سے ہو کر گزرتا ہے، مملکت کے کافی بڑے حصہ میں میدان ہیں، کھیتی زیادہ تر بارش سے ہوتی ہے، یہاں کی ذمی رعایا ہندو ہے، علما کم ہیں، خشکی اور سمندر کے پر خطر، پر کوفت اور پرصعوبت سفر کے بعد یہاں رسائی ہوتی ہے۔

..... مکران میں زیادہ تر خانہ بدوش آباد ہیں، کھیتی باڑی بارش کے رحم و کرم پر ہے، عراق کے بطائح کی طرح یہاں بھی زیر آب نشیبی علاقے پائے جاتے ہیں، یہاں کے خانہ بدوش (بلوچ اور قفص) فارس کے کردوں سے ملتے جلتے ہیں، مکران میں جاٹوں کی بھی بڑی آبادی ہے، یہ لوگ جھونپڑیوں میں رہتے ہیں، مچھلی اور آبی جانور ان کی خوراک ہیں۔

مکران کا ایک خود مختار متواضع اور منصف والی ہے۔ اس جیسے عادل بادشاہ کہیں دیکھنے میں نہیں آتے، منصورہ میں خاندان قریش کا ایک فرماں روا ہے، یہاں کے حاکم بغداد کے عباسی خلیفہ کے نام پر خطبہ پڑھتے ہیں۔ عضد الدولہ بویہی سلطان کے نام پر بھی سندھی فرماں روا خطبہ پڑھ چکے ہیں، میں جب شیراز میں تھا تو ان کا ایک سفیر عضد الدولہ کے لشکر سے ملنے آیا تھا، ملتان کے حاکم اسماعیلی عقائد کے حامل ہیں اور مصر کے فاطمی خلفا کے نام پر خطبہ پڑھتے ہیں، مصر کے اسماعیلی خلیفہ کی جانب ہی سے یہاں والی مقرر کیا جاتا ہے، حکام ملتان کے سفیر تحفے تحائف

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) حکمران تھے، اس بے قاعدگی کی توجیہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان دونوں ریاستوں کا سرحدیں سندھ سے ملتی تھیں اور یہاں مسلمانوں کی ایک تاجر اقلیت موجود تھی۔

برابر مصر جاتے رہتے ہیں، ملتان کا موجودہ حاکم طاقتور اور انصاف پسند ہے قنوج اور دیگر گندھارا میں ہندوؤں کا راج ہے لیکن وہاں کی مسلمان بستیوں کی نگرانی خود مسلمان کرتے ہیں۔

اس مملکت کی مخصوص چیزیں یہ ہیں۔ لیمونہ (لیمو) یہ خوبانی (مشمش) کی طرح ایک بے حد ترش پھل ہے، دوسرا پھل آلوچے (خوخ) سے مشابہ ہوتا ہے، اس کو آنبج (آم) کہتے ہیں اور یہ لذیذ ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ دو کوہانوں والا اونٹ جس کو فالج کہتے ہیں اور جو وسطی ایشیا نیز خراسان میں نظر آتا ہے، بختی تیز رو اونٹ اسی کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے، فالج اونٹ بختی سے زیادہ بڑا اور شاندار ہوتا ہے اور اس کے دو کوہان ہوتے ہیں، فالج (اتنا مہنگا اور کمیاب ہوتا ہے کہ اس) کو بادشاہی رکھتے اور استعمال کرتے ہیں۔ اس مملکت کی ایک اور مخصوص چیز یہاں کے چمڑے کے عمدہ کمبائتی[1] جوتے ہیں

طوران سے مصری (فانیذ) برآمد ہوتی ہے، یہ ماسکان (مکران) کی مصری سے زیادہ عمدہ ہوتی ہے۔ سندان[2] سے بڑی مقدار میں چاول اور کپڑا باہر بھیجا جاتا ہے، ساری مملکت میں قہستان (خراسان) کی وضع کے فرش فروش، دریاں اور اسی قبیل کی دوسری چیزیں بنائی جاتی ہیں، بڑی مقدار میں ناریل عمدہ کپڑا اور منصورہ کے کمبائتی جوتے برآمد کیے جاتے ہیں، ان کے علاوہ ہاتھی، ہاتھی دانت، بڑھیا سامان اور مفید جڑی بوٹیاں بھی۔

طوران، ملتان بلکہ سارے سندھ اور ہندوستان کا من مکہ کے من کے مساوی ہے (یعنی دو سو ساٹھ درہم۔ تقریباً ساڑھے تیرہ چھٹانک)۔ طوران میں ناپنے کا پیمانہ کیجی کہلاتا ہے، اس میں چالیس من (رطل) گیہوں آتا ہے، کبھی آٹھ کیجی گیہوں ایک درہم (آٹھ آنے) یا ایک سے چار درہم میں مل جاتا ہے۔ ملتان کے پیمانہ کا نام مکل ہے، اس میں بارہ من (رطل) گیہوں آتا ہے۔

---

[1] منسوب بہ کمبایت (کبایت یا کھمبایت کھمباوتی دیکھیے) کی تعریب ہے، گجرات کے اس مشہور تجارتی شہر کے جوتے عرب ملکوں میں بہت مقبول تھے [2] موجودہ سنجان، بمبئی کے شمال میں ایک قدیم تجارتی مرکز۔

سندھ کے سکے قاہریات کہلاتے ہیں، ہر سکہ پانچ معیاری[1] درہموں کے برابر ہوتا ہے، اس کے علاوہ تاتاری (طاطریہ) درہم بھی رائج ہیں، ایک تاتاری درہم[2] ۲/۳ معیاری درہم کے مساوی ہوتا ہے، ملتان کے سکے فاطمی (مصری) درہموں کے طرز کے ہیں، یہاں غزنین کے قنہری سکے بھی چلتے ہیں جو یمن کے قروش[3] سے ملتے جلتے ہیں۔

اس مملکت میں لمبے لمبے بال رکھنے کا رواج ہے، لوگ کرتے پہنتے ہیں اور کان چھدواتے ہیں جیسا کہ ہندوؤں کا دستور ہے، تاجروں اور مشائخ کو چھوڑ کر باقی لوگ بالعموم تہبند باندھتے ہیں، چمڑی موزے بہت ہی کم استعمال ہوتے ہیں۔ ملتان کے مسلمان تحنک[4] نہیں کرتے۔ مکرانی بدصورت ہوتے ہیں، ان کا رنگ سانولا ہوتا ہے، بولی وحشیانہ اور ناقابل فہم ہے، لمبے لمبے بال رکھتے ہیں، کرتے پہنتے ہیں۔ اور کان چھدواتے ہیں، لباس رنگ اور ہیئت میں مملکت کے بیشتر حصوں کا یہی حال ہے۔

اکثر باشندے اہل حدیث ہیں، قاضی ابو محمد منصوری کو میں نے داؤدی[5] پایا، وہ اس ملک کے ممتاز عالم ہیں، درس دیتے ہیں اور کئی اچھی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ ملتان کے باشندے شیعہ ہیں، اذان میں حَیعَلہ[6] کرتے ہیں اور اقامت کا ہر بول دہراتے ہیں، تاہم کوئی صدر مقام ایسا نہیں جہاں حنفی فقیہ موجود نہ ہوں۔ مملکت میں مالکی اور معتزلی بالکل نہیں اور نہ کہیں حنبلی مسلک پر عمل ہوتا ہے، لوگ صالح ہیں اور پاکباز، عقائد درست ہیں، مذہبی کردار پسندیدہ۔ غلو فی الدین اور

---

[1] معیاری درہم۔ [2] مثقال، ایک مثقال لگ بھگ ساڑھے چار ماشے۔ [3] قروش جمع قرش، یمن کا ایک سکہ جو تہائی یا تہائی دانق یعنی ڈیڑھ دو پیسے کے بقدر تھا۔ ایک دانق تقریباً ڈیڑھ آنہ۔

[4] یعنی عمامہ کا پلہ ٹھوڑی کے نیچے نہیں ڈالتے جیسا کہ بعض وسطی ایشیا کے ملکوں میں دستور تھا۔ [5] منسوب بہ داؤد بن علی اصفہانی (م ۲۷۰ھ)۔ ان کے مسلک کی بنیاد قرآن و حدیث کی لفظی پابندی پر تھی، وہ اجتہاد کے مخالف تھے۔

[6] موذن حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل کہتا۔

کیونکہ یہ محفوظ ہیں ملکی، سیاسی اور دوسرے جھگڑے فتنے بھی نہیں ہوتے۔

یاقوت[1] (تیرھویں صدی کا ربع اول):-

ہندوستان، کرمان اور سجستان (افغانستان) کے درمیان ایک سرزمین ہے جس کو سندھ کہتے ہیں، علمائے نسب کی رائے ہے کہ سندھ اور ہند بوقیر بن یقطن بن حام بن نوح کی اولاد میں دو بھائی تھے۔ بعض اہل علم مکران کو بھی سندھ میں داخل کرتے ہیں، ان کی رائے میں سندھ پانچ صوبوں پر مشتمل ہے۔ کرمان کی طرف سے پہلا صوبہ مکران، پھر طوران (قلات وکوئٹہ ڈویژن) پھر سندھ پھر ہند اور آخر میں ملتان۔ سندھ کا پایۂ تخت منصورہ ہے۔ سندھ کے دو شہر دیبل[2] اور ٹھٹھہ (تھتہ) ہیں اور یہ دونوں ساحل سمندر پر واقع ہیں۔ سندھ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں فتح ہوا، یہاں کے فقہی مذاہب میں حنفی مذہب سب پر غالب ہے، سندھ میں ایک فقیہ ابوعباس داؤدی مسلک کا پیروگذرا ہے، اس مسلک پر اس نے کئی کتابیں لکھی تھیں، وہ منصورہ کا باشندہ تھا، اور وہاں کے عہدہ قضا پر بھی فائز رہا تھا۔

سندھ کے اہم شہر

مسعودی[3] (دسویں صدی کا ربع ثانی):-

منصورہ

.... ملتان سے منصورہ کا فاصلہ چھ سو میل (پچھتر سندھی فرسخ) ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں اور ایک سندھی فرسخ آٹھ میل کے بقدر ہوتا ہے، منصورہ کی طرف منسوب دیہاتوں کی تعداد تین لاکھ ہے جس میں کھیت، درخت اور مسلسل بستیاں ہیں، ان دیہاتوں میں میدہ (مسند) نامی سندھی قوم اور دوسری سندھی اقوام[4] کے درمیان کثرت سے لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں، یہ دوسری قومیں سندھ کی سرحد

---

[1] معجم البلدان ۱۶۸/۵۔ [2] دیبل سے ٹھٹھ جانے کی راہ پر سندھ کے مغربی کنارے زیریں سندھ کا ایک تجارتی شہر۔

[3] مروج الذہب، حلیۃ تاریخ کامل، ۱۸/۵، ۲۰۴-۲۰۶۔ [4] ان سے غالباً سندھ کی جاٹ اور میدہ قومیں مراد ہیں جن کو عرب مصنف زط اور میدیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، سندھ کی یہ قومیں پارتھین یا سیتھین نسل کی تھیں جو ولادت مسیح سے سو برس پہلے چینی پارسیی وسطی ایشیا سے آکر سندھ میں بس گئی تھیں۔ دیکھو کننگھم ص ۲۴۳-۲۴۴۔

پر بستی ہیں، سندھ کی سرحد میں ملتان اور اس کے ماتحت بہت سے دیہات اور شہر بھی شامل ہیں شہر کا نام منصورہ اس لیے پڑا کہ اس کو منصور[1] بن جمہور نے بنایا تھا جو ایک اموی گورنر تھا۔

منصورہ کے سلطان کے پاس اسّی جنگی ہاتھی ہیں، جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں فوجی ضوابط کے مطابق ہر جنگی ہاتھی کے گرد پانچ سو پیادہ فوج رہتی ہے اور وہ یکہ وتنہا ہزاروں گھوڑا فوج سے لڑتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

میں نے حاکم منصورہ کے دو بڑے ہاتھی دیکھے جو سندھ و ہند کے درباروں میں بہادری اور دشمن کے لشکر پر جرأت مندانہ حملوں کے لیے مشہور ہیں، ان میں سے ایک کا نام مُنْقَلِس[2] تھا۔ اور دوسرے کا حیدرہ۔ مُنْقَلِس کے دلچسپ اور حیران کن قصے سندھ اور باہر کے ملکوں میں مشہور ہیں مثلاً ایک قصہ یہ ہے کہ اس کے مہاوت کا انتقال ہو گیا تو اس نے کئی دن تک نہ کچھ کھایا نہ پیا، آہیں بھرتا رہا، اور اس کی آنکھوں سے برابر آنسوؤں کی جھڑی جاری رہی، دوسرا قصہ یہ ہے کہ ایک دن وہ فیل خانہ سے نکلا، اس کے پیچھے دوسرا ہاتھی حیدرہ تھا اور باقی اٹھتر ہاتھی دونوں کے پیچھے تھے، راستہ میں منقلس کا گذر منصورہ کی ایک تنگ سڑک سے ہوا تو ایک عورت بے خبری میں اس کے سامنے سے آنکلی، ہاتھی کو دیکھتے ہی اس کے ہوش اڑ گئے، وہ زمین پر گر پڑی اور بیچ سڑک پر

---

[1] مسعودی کی یہ اطلاع درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اس سے پہلے کے مورخ بلاذری اور یعقوبی دونوں لکھتے ہیں کہ منصورہ دوسری صدی ہجری کے ربع اول میں فاتح سندھ محمد بن قاسم کے لڑکے عمرو نے بنوایا تھا، اس کی تعمیر کا محرک یہ تھا کہ مغربی ہندوستان، کچھ اور گجرات کے جو شہر عربوں نے فتح کر لیے تھے وہ تقریباً سب کے سب ہندو راجاؤں نے واپس لے لیے تھے اور خود سندھ ان کے حملوں کی زد میں آگیا تھا، دشمن سے بچاؤ کے لیے عمرو نے دریائے سندھ اور اس کی شاخ سے بننے والے ایک محفوظ گوشہ میں منصورہ نامی قلعہ بند چھاؤنی تعمیر کرائی تھی۔ دیکھو فتوح البلدان، مصر ص ۴۴۴ و تاریخ یعقوبی، بیروت ۲/۳۲۲۔

[2] ہمارے نسخہ میں منقلس ہے اور ایک دوسرے نسخہ میں منقلص، یہ دونوں لفظ غلط ہیں اور شاید مُنْقَلِس کی تصحیف، منقلس کے معنی ہیں شاہانہ انداز سے چلنے والا۔

اس کا جسم کھل گیا، یہ دیکھ کر منتظم سر دوسرے ہاتھیوں کا راستہ روک کر سڑک پر آڑا کھڑا ہوگیا وہ سونڈ سے عورت کو اٹھنے کا اشارہ کرتا، دوپٹہ وغیرہ کے ہٹنے سے جسم کا جو حصہ کھل گیا تھا وہ اس نے ڈھک دیا، عورت کے ہوش ٹھکانے ہوئے تو وہ اٹھ کر چلی گئی۔ اب منتظم سیدھا ہو کر سڑک پر چل دیا اور باقی ہاتھی اس کے پیچھے پیچھے۔

اصطخری[۱] (دسویں صدی کا ربع ثالث):-

منصورہ لمبائی چوڑائی میں تقریباً ایک ایک میل ہے دریائے مہران (سندھ) کی ایک خلیج اس کو گھیرے ہوئے ہے، اس وجہ سے شہر ایک جزیرہ سا معلوم ہوتا ہے۔ باشندے مسلمان ہیں، حاکم ایک قرشی ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق ہبّار[۲] بن اسود کے خاندان سے ہے، وہ اور اس کے اجداد عباسی خلیفہ کی ماتحتی ترک کر کے منصورہ پر قابض ہو گئے تھے لیکن خطبہ عباسی خلیفہ ہی کے نام پر پڑھا جاتا ہے۔

منصورہ گرم شہر ہے، یہاں کھجور ہوتی ہے لیکن انگور، سیب، امرود اور اخروٹ نہیں ہوتا گنّا پایا جاتا ہے اور سیب کے ہم شکل ایک پھل جس کو لیمونہ کہتے ہیں، یہ بہت کھٹا ہوتا ہے، اس کے علاوہ یہاں ایک اور پھل ہوتا ہے شکل اور مزے میں آلوچے سے ملتا جلتا، اس کا نام آم (انبہ) ہے کھاؤ سستے ہیں اور عیش و آرام کے وسائل مہیا۔

منصورہ میں قاہریات نامی سکے رائج ہیں، ہر قاہری سکہ تقریباً پانچ معیاری درہموں کے برابر ہوتا ہے۔ تاتاری (طاطریہ) سکہ بھی چلتا ہے جو ڈیڑھ معیاری درہم کے مساوی ہوتا ہے، ان کے علاوہ دینار سے بھی تجارت ہوتی ہے۔ باشندوں کا لباس اہل عراق سے مشابہ ہے لیکن حاکموں کی وضع قطع ہندو راجاؤں سے قریب تر ہے جو کرتے پہنتے ہیں اور لمبے لمبے بال رکھتے ہیں۔

---

[۱] المسالک والممالک ص ۱۷۳۔

[۲] دیکھو فٹ نوٹ ۲ ص ۱۱